# تحریک ادب

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۷ء

ISSN 2322-0341

تحریک بقائے اُردو

## گوشہ

## ڈاکٹر شمس کمال انجم

مدیر اعلیٰ

جاوید انور

A UGC Approved
Urdu Journal S.No. 41078

REGISTERED WITH R.N.I. No. UPURD/04426/24/1/2010-TC

ISSN 2322-0341

# Tahreek -e- Adab

Urdu Quarterly

ISSUE 33

Volume 8
Oct - Dec 2017

"URDU ASHIANA"
167, Afaq Khan ka Ahata, Manduadeeh Bazar, Varanasi-221103 U.P. INDIA

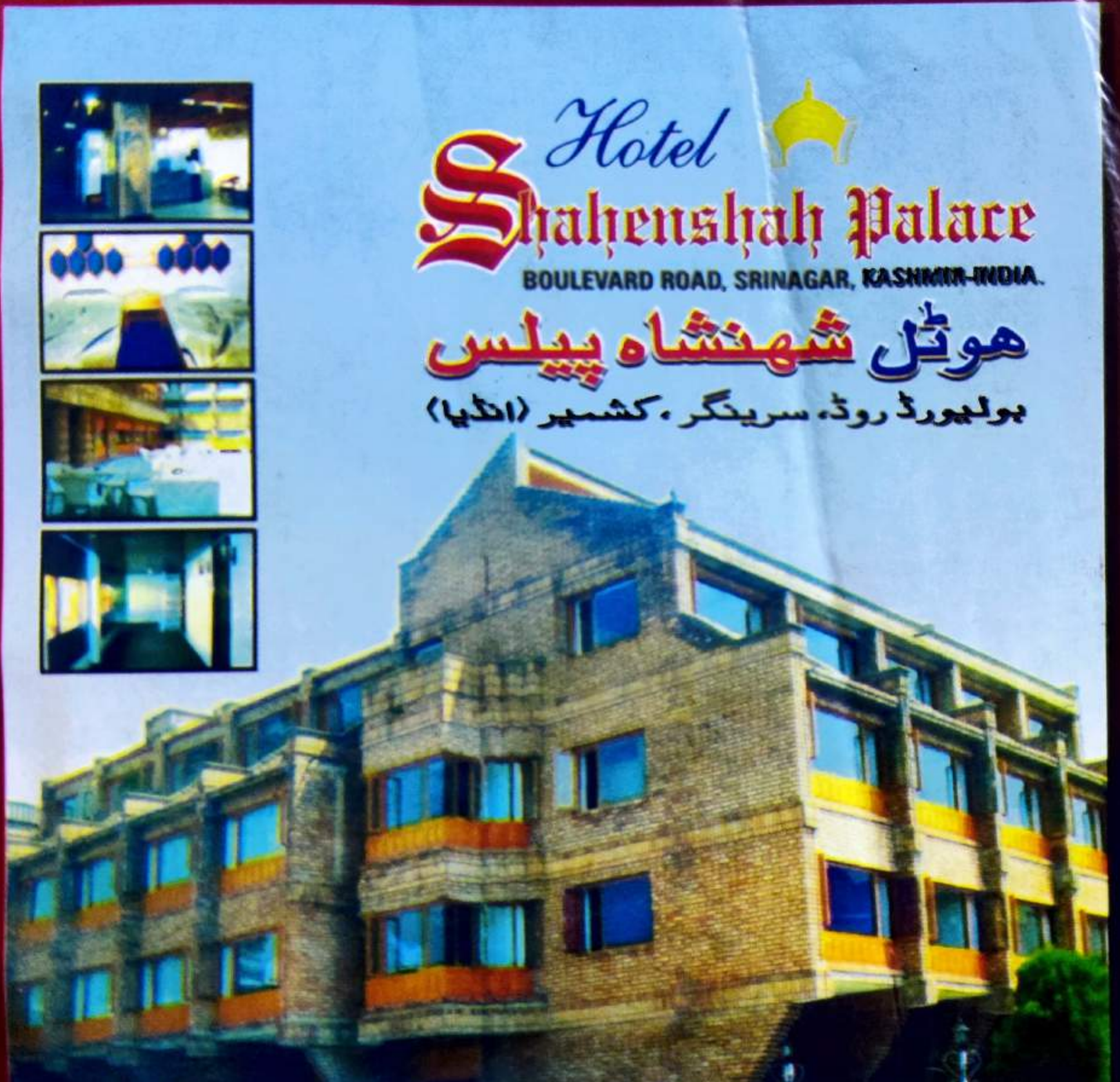


5/27
18

ISSN-2322-0341



# 'شبنم تیری یادوں کی' شاعری میں گراں قدر اضافہ

کوشل کرن ٹھاکر (اسٹنٹ پروفیسر ایم۔اے۔ایم کالج، جموں)

عرشؔ صہبائی برصغیر ہندوپاک میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ عہدِ حاضر کے ایک نہایت ممتاز، معتبر اور مستند شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے نثر نگار بھی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایک دردمند دل رکھنے والے مخلص انسان ہیں جو دوسروں کے درد کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتے ہیں۔ عرشؔ صاحب سے میرے ملاقات اُس وقت ہوئی جب میں جموں یونیورسٹی زیرِ تعلیم تھی اور ایم۔فل کی سند حاصل کرنے کے لئے شعبہء اردو جموں یونیورسٹی کی جانب سے مجھے عرشؔ صہبائی کی شاعری پر موضوع دیا گیا اور میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ عرشؔ صاحب سے ملنے اُن کی رہائش گاہ ریشم گھر کالونی میں گئی۔ میرؔ اور غالبؔ جیسے بڑے شعراء کا نام ہم کتابوں میں تو پڑھتے تھے لیکن کسی بڑے شاعر سے روبہ رو، ہم کلام ہونے کا موقعہ اُس دن مجھے پہلی بار نصیب ہوا تھا۔ آج مجھے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ شاید وہ دن میری زندگی کا سب سے بہترین دن تھا کہ اُس دن میں عرشؔ صاحب کے دامنِ ادب سے وابستہ ہوئی اور اس لئے بھی اپنے آپ کو خوش نصیب مانتی ہوں کہ مجھے اتنی بڑی شخصیت پر کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں عرشؔ صاحب سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میں شعر تو نہیں کہتی مگر ایک حساس شاعر کی کہی ہوئی بات کو دل سے محسوس کر سکتی ہوں۔

عرشؔ صہبائی صاحب کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے جسٹس آر۔پی۔ سیٹھی (سابق جج سپریم کورٹ آف انڈیا) کچھ یوں فرماتے ہیں۔

> ''عرشؔ صہبائی محض ایک فرد نہیں بلکہ تحریک اردو ادب کے چند سربراہوں میں سے ہیں جن پر نہ صرف ریاست جموں وکشمیر کے عوام فخر کرتے ہیں بلکہ پورا برصغیر ہندوپاک ان کی شاعری سے بقعہ نور رہے۔ وہ محض ایک عام شاعر ہی نہیں بلکہ وہ آج کی اردو شاعری کی جان ہیں۔ وہ ایک پُرخلوص اور مرنجان مرنج ہستی ہونے کے علاوہ آج کے دور کی شاعری کے بے تاج بادشاہ ہیں اور اس کے میر کارواں ہیں۔ مجھے عرشؔ صاحب کا شناسا اور ذاتی طور پر واقف

کا رہونے پر فخر ہے۔''

مندرجہ بالا اقتباس میں سیٹھی صاحب نے عرشؔ صہبائی کو ان کے اصل روپ میں پیش کرنے اور کلام عرشؔ کی قدر و قیمت کا صحیح تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کا کہنا حرف بہ حرف صحیح ہے۔ عرشؔ صاحب کسی اعلیٰ درجے کے خیال کو ایسی شگفتگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اس میں غضب کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ایک لفظ روح میں اترتا محسوس ہوتا ہے۔

اُتر جاتا ہے اک اک لفظ اس کا روح میں اکثر

تھوڑی دیر کے لئے قاری اپنی اصل حالت بھول جاتا ہے اور ان کے اشعار کی دُنیا میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں جا کر وہ اُسی دنیا کو اپنی دنیا ماننے لگتا ہے یہی اچھی شاعری کی پہچان ہے۔ وہی عام چیزیں جو سب کی نظروں کے سامنے ہوتی ہیں مگر شاعر ان کو اپنے انوکھے انداز میں پیش کر کے دوسروں کو چونکا دیتا ہے۔ اپنے اس انوکھے انداز کا عرش صاحب کو خود بھی احساس ہے۔

بعض اوقات مجھے خود پہ بھی
رشک آتا ہے
بات کرنے کا ہر انداز جدا
ہے مجھ میں

خودشناسی، خود آگہی کا یہ جذبہ جس شخص کی ذات میں مستحکم ہو جاتا ہے اُس کا وجود کبھی بکھر نہیں سکتا۔ عرشؔ صاحب اس شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں۔

میرے ہونے کا جو احساس
کراتا ہے مجھے
بار ہا سوچتا ہوں کون چھپا
ہے مجھ میں

عرشؔ صاحب سے اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا انہوں نے کبھی کسی سے عشق کیا ہے؟ تو وہ جواب میں کچھ یوں فرماتے ہیں۔

''ہاں میرے دل میں آج بھی گہرا عشق ہے، زندگی کے لئے میں زندگی کو ہی اپنا محبوب مانتا ہوں، اپنا غم خوار مانتا ہوں۔''

جس شخص کو زندگی سے والہانہ عشق ہوتا ہے وہی زندگی کے نشیب و فراز کو گہرائی سے پہچان پاتا ہے۔ ایک طویل شعری سفر طے کرنے کے بعد ان کا بیسواں مجموعہ کلام ''شبنم تری یادوں کی'' منظر عام پر آیا

ISSN-2322-0341

ہے۔اس مجموعہ کلام کا آغاز عرشؔ صاحب ایک مسلسل غزل 'زندگی' سے کرتے ہیں۔جس میں انہوں نے زندگی کی صحیح تصویر پیش کی ہے جو کہ ایک حساس اور قادرالکلام شاعر ہی کرسکتا ہے جس کا شعور اور سوچ گہری ہو اور مشاہدہ وسیع ہو۔اس مسلسل غزل کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ عرشؔ صاحب واقعہ ہی زندگی کے نباض ہیں اور عاشق بھی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

حادثوں کی رہگزر ہے زندگی ۔۔۔ جب سے مری ہم سفر ہے زندگی
اس سے بڑھ کر کچھ نہیں مجھ کو عزیز ۔۔۔ حاصل قلب و نظر ہے زندگی
اُلجھنوں میں کھوئی رہتی ہے مدام ۔۔۔ خود سے کتنی بے خبر ہے زندگی
ہم سے دیوانوں سے ہے اس کا وقار ۔۔۔ ہم نہیں ہیں تو صِفر ہے زندگی
اس کی آنکھوں میں کئی پیغام ہیں ۔۔۔ جیسے کوئی نامہ بر ہے زندگی
وقت پر ہے منحصر اس کی اُڑان ۔۔۔ کس قدر بے بال وپر ہے زندگی
ڈوب کر جس میں ابھرنا ہے محال ۔۔۔ حادثوں کا وہ بھنور ہے زندگی
سب سے اچھا ہے مرا ہندوستان ۔۔۔ سانس لینا ہی اگر ہے زندگی
اب زیادہ اس کی کیا تفسیر ہو ۔۔۔ اک مسلسل دردِ سر ہے زندگی
یہ مجھے پہچان ہی پائی نہیں ۔۔۔ عرشؔ کتنی کم نظر ہے زندگی

زندگی میں رنج وغم سے ہمکنار رہنے کے باوجود عرشؔ صاحب ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے ہیں۔دل میں چاہے گہرا درد ہو لیکن ہونٹوں پر ایک دائمی مسکراہٹ قائم رکھنا اہمیت کا کام ہوتا ہے۔

مجھے تحریک سی ملتی رہی ہے ان سے جینے کی ۔۔۔ رہی ہیں حوصلہ افزا بہت کٹھنائیاں مری
عمر بھر مجھ پر غم وآلام کی بارش رہی ۔۔۔ سخت حیرت ہے میں اس پر بھی کبھی بھیگا نہ تھا

عرشؔ صاحب ان شعراء میں سے ہیں جو زندگی میں ہر قسم کے مصائب وآلام کا خیر مقدم کرتے ہیں۔وہ غم کو اپنا دوست اپنا غم خوار مانتے ہیں

غم جب کبھی ملتے ہیں لپٹ جاتے ہیں مجھ سے ۔۔۔ کیسے کہوں ان سے مری پہچان نہیں ہے
عرشؔ کیا شکوہ مصائب کا کروں ۔۔۔ مجھ سے ملتے ہیں یہ اپنا جان کر

عرشؔ صاحب کے نزدیک مصائب وآلام ہی زندگی میں رنگ بھرتے ہیں انسان کو ایک ایسا حوصلہ بخشتے ہیں جو اسے زندگی جینے کا انداز سکھاتا ہے۔

بلند ہوتے ہیں رہ رہ کے حوصلے اس سے ۔۔۔ ہے جو بھی حادثہ وہ زندگی کی خاطر ہے
ہیں میری راہ میں دل سوز مرحلے پھر بھی ۔۔۔ کبھی اُداس نہیں میں کبھی ملول نہیں

 ISSN-2322-0341

وہ لوگ جو زندگی میں مصائب کو گلے لگاتے ہیں اور اپنے ناساز گار حالات کی کبھی شکایت نہیں کرتے ایسے لوگ ہی ایک دن انقلاب کا باعث بنتے ہیں اور ہر بگڑے نظام کو بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقدیر کا رخ موڑ دیتے ہیں۔اس ضمن میں عرشؔ صاحب کے چند اشعار کچھ اس طرح ہیں۔

ہوا زمانے کی مجھ کو اڑا سکے گی کہاں　　　　کہ سنگ میل ہوں میں راستے کی دھول نہیں
اس قدر ہم میں کہاں توفیق تھی　　　　پھر بھی ٹکرائے ہیں ہم حالات سے
صرف ہم سے آپ ہی برہم نہیں　　　　بدگماں ہے گردشِ تقدیر بھی

''شبنم تیری یادوں کی'' کی غزلیات میں کہیں کہیں عرشؔ صاحب نے سیاست اور سیاست دانوں کے چہرے کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ پہلے انگریزوں نے ہندوستان کے عوم کا خون چوسا اور جب اُن سے چھٹکارا حاصل ہوا تو ہمارے اپنے رہنما ہی ہمارے رہزن بن گئے۔آج کا ہر انسان شعوری یا لاشعوری طور پر سیاست کا غلام ہے۔عرشؔ صاحب کے چند اشعار اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اصل میں رہزنوں سے بدتر ہیں　　　　وہ جو ہیں رہنما کے پیکر میں
بڑی عجیب سی مخلوق ہیں سیاست داں　　　　یہ لوگ وہ ہیں کہ جن کا کوئی اصول نہیں
تنقید وہ بھی اہل سیاست کے ذات پر　　　　کیا کررہے ہیں آپ ذرا ہوش کیجئے
آواز حق بلند اگر کرتے ہیں عوام　　　　ممکن ہو جس طرح انہیں خاموش کیجئے

کسی بھی تجربے سے دوچار ہو کر اُسے مناسب الفاظ کا جامہ پہنانا اور دوسروں کو بھی اس میں شامل کر لینا عرشؔ صاحب کو خوب آتا ہے عام فہم الفاظ کا استعمال اور سلجھی ہوئی زبان کا استعمال ہی عرشؔ صاحب کو دوسرے ہم عصر شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔

اترتے ہیں جو اکثر ذہن
میں الہام کی صورت
حقیقت ہے کہ ان اشعار
میں تاثیر ہوتی ہے

عرشؔ صاحب نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ان کے مشاہدات اور تجربات کا پرتو ان کے کلام میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری ہر قسم کے مضامین اُن کے ہاں پاتا ہے۔''شبنم تیری یادوں کی'' کی غزلیات میں بھی اس بات کا شدید احساس ہوتا ہے کہ عرشؔ صاحب حالاتِ حاضرہ پر کس طرح لطیف پیرائے میں طنز کرتے ہیں۔آج کے زوال پذیر معاشرے

ISSN-2322-0341

میں فروغ پا رہے حرص و ہوس، ایک دوسرے کے لئے نفرت، اخلاقی اقدار کا استحصال زبان و بیان کی تمام تر رنگینی اور پختگی کے ساتھ انکے ہاں موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

بڑے عجیب سے تہذیب نو کے ہیں انداز ہم ان کو دیکھتے ہیں جب بھی دنگ ہوتے ہیں
آج کے دور کی روایت ہے ایک چہرے پہ دوسرا چہرہ
بے لباسی لباس ہے اس کا زندگی کس قدر جدید ہوئی

کہیں کہیں عرشؔ صاحب فطری انداز سے اس طرح شعر کہہ جاتے ہیں کہ لطافت و معصومیت ابھر جاتی ہے۔ ایک شعر دیکھئے۔

وہ ہے اپنے روبہ رو اس کا
یقیں آتا نہ تھا
بس اسی اک وہم میں
آنکھوں کو ہم ملتے رہے

عشق و محبت کے پاکیزہ جذبات اور خیالات کا اظہار بھی ان کی غزلوں میں اپنی تمام فنی خوبیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ل افسردہ کیا ہے روح تک سرشار ہوجائے وہ نغمہ چھیڑ دیتی ہے کسی کی مسکراہٹ ۵
کسی کی یاد دل سے جب بھی ہم آغوش ہوتی ہے میرے جذبات میں ہوتی ہے اکثر سنسناہٹ ۵

ایک بار قبلہ جوشؔ ملسیانی صاحب (مرحوم) نے عرشؔ صہبائی کے مجموعہ کلام ''شکست جام'' میں شامل اپنے تاثرات میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ عرشؔ صاحب نے اردو غزل کو نئی زمینیں دی ہیں اگر آج وہ باحیات ہوتے تو انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوتی کہ عرشؔ صہبائی نے اردو غزل کو نئی زمینیں ہی نہیں بلکہ نئے اشعار بھی دیئے ہیں جن میں سے چند اشعار میں قلم بند کرنا چاہتی ہوں جو اپنی جگہ انفرادیت کے حامل ہیں۔

جو چھولوگے تو پڑجائے گی قیمت مری گیلی مٹی ہوں کھلونا ہی بنا لو مجھ
ں ثابت قدم رہتے نہیں پروردۂ ظلمت ستارے کانپتے ہیں جب سحر نزدیک ہوتی
چاہتا ہے میں اس دور پر کروں تنقید وہ شخص قبر میں زندہ اُتارتا ہے
ہو، پھول ہو، شبنم ہو، ذرّہ ہو، ستارہ ہو نظر والے تجھے ہر رنگ میں پہچان لیتے
نہیں
کی سب ستم ظریفی ہے ورنہ انساں برا
گہرا زلزلہ کوئی نہیں آواز جب انساں کے جسم سے روح کرے

شتِ غربت میں جو آئی ہے کبھی یاد وطن
پھوٹ کے روئے ہیں ہم پاؤں کے چھالوں کی

ل تو کیا چیز ہے ہم روح میں اترے ہوتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی

ل سکوتِ پیکراں کے کرب کو محسوس کر
پھینک کر خاموش پانی میں کبھی پتھر ، نہ

م نکل سکتے بھی تو کیونکر حصار ذات سے
صرف دیواریں ہی دیواریں تھیں دروازہ نہ

زاروں سال دہراتی ہے دنیا جس کے افسانے
وہ خود انسان نہیں انسان کا کردار ہوتا

یرا جشن وفات کب ہوگا
مجھ کو اس میں شریک ہو

آخری شعر کو پڑھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ شاید ہی آج تک کسی شاعر نے ایسا شعر کہا ہوگا۔

مختصراً عرشؔ صہبائی صاحب ایک ایسا دل و دماغ اور ایسا شعور رکھتے ہیں جو بہت کم شعراء و ادباء کو نصیب ہوتا ہے۔

آخر میں مَیں اپنی بات ماہر غالبیات جناب کالیداس گپتا رضاؔ (مرحوم) کے اس مضمون کے حوالے سے ختم کرتی ہوں جس میں انہوں نے پورے ہندوستان میں کل پچیس دانشوروں کی نشاندہی کی تھی اور جن میں عرشؔ صہبائی کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔